© rasailojaraid.com

آخری قسط

حکیم محمود احمد ظفر

عیسائیت کی یلغار

انگریزوں نے علماء کو بڑی آزمائشوں اور امتحانات میں ڈالا۔ لیکن علماء بھی بڑے سخت جان نکلے۔ بڑی سختیاں برداشت کیں۔ تختۂ دار پر کھینچے گئے۔ کالے پانی بھیجے گئے۔ جیلوں کی کال کوٹھڑیوں میں ظلم و تشدد کا کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو ان پر آزمایا نہ گیا۔ یہ سب کچھ برداشت کیا کس کے لئے؟ دین کے لئے، اسلام کے لئے اپنا سارا جسم سختیوں سے داغدار کروالیا لیکن اسلام کے شفاف دامن کو داغدار نہ ہونے دیا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حکومت وقت سے فائدہ اٹھانے کی خاطر حقیقی اسلام کے دامن تک کو چھوڑ دیا۔ انگریزوں نے دیکھا کہ مساجد اور مدارس کے اوقاف چھین لینے اور انہیں برباد کر دینے کے بعد بھی علماء کی دعوتی جدوجہد، اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت، انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو صف آراء کرنے کی دعوت اور نور قرآن سے مُستنیر ہونے میں کچھ بھی فرق نہیں آیا تو انہوں نے علماء پر عرصۂ حیات مزید تنگ کرنے کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ان کو بدنام کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے اختیار کئے گئے۔ خود علماء میں سے ایک گروہ ایسا پیدا کیا گیا جنہوں نے علمائے ربانی پر کفر کے فتوی لگائے اور انہیں عوام میں بدنام کرنے اور عوام کے دلوں میں ان کے وقار کو مجروح کرنے اور ان کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے ان پر "وہابی" ہونے کے الفاظ استعمال کئے تاکہ ان کی عزت و ناموس کو عوام میں داغدار کر دیا جائے اور لوگ ان کی بات پر عمل نہ کریں۔ اور ہمارے آقا انگریز کو اس سے کوئی گزند نہ پہنچے۔ اور اس کی حکومت میں مضبوطی پیدا ہو۔

انگریزوں کی طرف سے علماء کو انگریزوں کی مخالفت سے باز رکھنے کے لئے دردناک سزائیں دی گئیں جن میں کسی قسم کی سماعت کے بغیر قید دائمی، جلاء وطنی اور پھانسی جیسی سزائیں بھی شامل تھیں۔ جب کسی عالم دین سے جواب طلب کرنا ہوتا تو عدالت میں اس کو حاضر کیا جاتا۔ کوئی افسر قرآن حکیم اور حدیث کی کوئی کتاب لاتا۔ جہاد کے بارے میں آیات اور احادیث نکالی جاتیں۔ پھر وہ افسر اس عالم دین سے پوچھتا کہ ان آیات و احادیث کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اگر وہ عالم یہ جواب دیتا کہ یہ سب صحیح اور درست ہیں تو وہ افسر کہتا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمارے خلاف جہاد کرنے کو واجب اور ضروری سمجھتے ہو اس پر اس عالم دین کا موقف اگر یہ ہوتا کہ میں ایک گوشہ نشین انسان ہوں۔ ان آیات اور احادیث کی صحت کا عقیدہ صرف اس لئے ہے کہ یہ قرآن اور احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ تو اس کو چار روز کی مہلت دی جاتی۔ اس دوران اگر وہ اپنا موقف بدل لیتا اور کسی اخبار میں اپنے موقف کی تبدیلی کا اعلان کر دیتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا ورنہ اسے تختۂ دار پر چڑھا دیا جاتا یا پھر دائمی جلاء وطنی، اس سے کم اس کے لئے اور کوئی سزا نہ ہوتی۔ اس طریقہ سے لنکا اور انڈیمان کے جزائر ایسے ہی بے گناہ "مجرم" علماء سے بھر گئے تھے۔ سی یون نے اپنی کتاب MUHAMMED ANISM IN INDIA میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ ایک انگریز مصنف "بلنٹ" نے لکھا ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"شہرت رکھنے والے ہر مولوی پر حکومت کی سخت نگاہ ہوتی تھی۔ ہر طرح سے اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جاتا تھا۔ اس پر بھی اگر وہ اپنے موقف پر قائم رہتا تو اسے جزائر انڈیمان جلاء وطن کر دیا جاتا"۔

(مسعود الندوی: تاریخ دعوۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۱۸۵، جمال الدین الافغانی، العروۃ الوثقیٰ ص ۳۲۲، ص ۴۱۳، ابوالحسن علی الندوی: رہبانیتہ ولا رہبانیتہ ص ۱۲۱ نور الدین داؤد: محنتہ فی الفردوس ص ۱۸۸)

علماء کے شوقِ شہادت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ایک بار ایک انگریز جج نے علماء کی ایک جماعت کو پھانسی دینے کا فیصلہ سنایا تو وہ علماء شہادت کے تصور سے بے انتہا خوش ہوئے۔ انگریز جج کو یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ اس کا کوئی فیصلہ ان کے لئے مسرور کن ہو۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنا فیصلہ بدل دیا اور کہا:

"اے باغیو! پھانسی تم کو بہت عزیز ہے۔ اللہ کی راہ میں تم اس کو شہادت تصور کرتے ہو۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ذریعہ تمہاری کوئی امید بر آئے یا ہم تمہارے لئے کسی خوشی اور مسرت کا باعث بنیں۔ لہٰذا ہم پھانسی کے حکم کو فوری طور پر منسوخ کرتے ہیں اور تمہیں جزائر لنکا میں دائمی جلاء وطنی کا فیصلہ سناتے ہیں"۔ (۱)

(عبدالمنعم النمر: کفاح المسلمین فی تحریر الہند ص ۳۲-۳۴، تاریخ الاسلام فی الہند ص ۴۲۶ ابوالحسن علی الحسنی الندوی: اذاہبت ریح الایمان ص ۱۹۴، ص ۲۰۰)

معاون تحریکیں

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے یا اسلام کے راستہ سے ہٹانے کے لئے انگریزوں نے جو پلاننگ کی تھی وہ پرتگالیوں کی طرح نہ تھی بلکہ یہ بڑی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تھی اور اس کے

حاشیہ

۱۔ اندازہ فرمایئے کہ علماء نے یہ ساری سختیاں صرف اپنی ذات کے لئے برداشت نہیں کیں بلکہ لوگوں کے لئے برداشت کیں تاکہ ان کے ایمان محفوظ ہو جائیں۔ دین کے لئے برداشت کیں تاکہ دین کے دامن پر کوئی آنچ نہ آئے۔ اگر وہ لوگ بھی انگریزوں کی حکومت کو، ان کی تہذیب کو، ان کے تمدن اور معاشرت کو یا دوسرے لفظوں میں مغربیت کے الحاد کو برداشت کر لیتے تو انگریز ان کے لئے ہر خوشی کے دروازے کھول دیتا۔ لیکن تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے پھانسی کے پھندے کو خوشی سے چوما لیکن حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹے اور ظالم انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے بات کی۔ اپنی جان کی پرواہ نہ کی لیکن لوگوں کے ایمان کو محفوظ کر لیا۔ آج مغرب زدہ لوگ اور وزیر و مشیر جو ماں کے پیٹ سے چاندی کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئے ہیں یا پھر مشنری اسکولوں اور کالجوں کی پیداوار ہیں علماء پر طعن و تشنیع کی سنگ باری کرنے سے نہیں شرماتے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب ان کے آباء و اجداد انگریزوں کے بوٹ چاٹ رہے تھے اور اس ملک و ملت سے غداری کر کے بڑی بڑی جاگیریں لے رہے تھے اس وقت علماء ملک و ملت کی خاطر اور اسلام و ایمان کی خاطر جیلوں میں بند طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ ان کو کالے پانی کی سزائیں مل رہی تھیں۔ ان کی جائیدادیں بحق سرکار ضبط ہو رہی تھیں۔ اور یہ سب کچھ وہ انہی لوگوں کے آباء و اجداد کے ایمانوں کی حفاظت کے لئے اور اس ملک کی آزادی کے لئے کر رہے تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیچھے بڑے ذہین اور سرد و گرم چشیدہ لوگوں کے تجربے اور مشورے تھے۔ وقفے وقفے کے بعد اس لائحہ عمل کا از سر نو جائزہ لیا جاتا اور جو ترمیم اس میں کرنی ہوتی وہ کی جاتی۔ کامیابی اور ناکامی کے اسباب کا تجزیہ کیا جاتا اور پھر ان میں مختلف ترامیم بڑے غور و خوض کے بعد تجویز کی جاتیں۔

عیسائی مشنریاں یہ سمجھتی تھیں کہ اگر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنا آلہ کار بنا لیا جائے تو ہمیں اپنی سرگرمیوں میں جلدی کامیابی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ شاتلیہ نے لکھا ہے کہ:

"مسلمانوں کے اندر مشنری سرگرمیوں کے بار آور ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود ان ہی میں سے کسی کو آلہ کار بنایا جائے اور اس کے ذریعہ سے کام کیا جائے۔ کیونکہ کسی درخت کو کاٹنے کے لئے خود اسی کے کسی حصہ کو استعمال کرنا چاہیئے"

(الغارۃ علی العالم الاسلامی ص ۹۴)

عیسائی مبلغین نے یہ بھی مشورہ دیا کہ مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے نتائج اگر کمزور نظر آئیں تو اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یورپ سے محبت اور عورتوں کی آزادی کا جذبہ بتدریج ان کے اندر بڑھ رہا ہے۔ (۱) ہندوستان میں انگریزوں کو ایسے دو افراد مل گئے جن کی جدوجہد سے ان کے بہت سے مقاصد پورے ہوئے یہ دو اشخاص تھے۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۲۔ سر سید احمد خان

پیشتر اس کے کہ ہم ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ بتائیں کہ انکا حدود اربعہ کیا تھا اور انہوں نے کس کس طریقہ سے انگریزوں کی خدمت کی ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اور ان کے ساتھ ان کے کئی اور اذناب بڑی جستجو کے بعد تلاش کئے گئے تھے۔

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جب انگریز تمام ہندوستان پر بلاشرکت غیرے قابض ہو گیا تو اس نے ولیم ہنٹر کی سرکردگی میں ایک وفد انگلستان سے سرزمین پاک و ہند بھیجا تا کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کہ ہندوستان پر ہمارا قبضہ کس طرح مضبوط رہ سکتا ہے۔ کیونکہ انگریزوں کو مسلمان علماء اور مسئلہ جہاد سے ہر وقت بغاوت کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ یہ وفد ہندوستان آیا اور پورا ایک سال ہندوستان کا دورہ کیا۔ مختلف لوگوں سے ملاقات کی۔ ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیا۔ یہاں کے دینی، معاشرتی اور اقتصادی حالات کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ اس سال کی اس جستجو اور میل جول کے بعد اس نے واپس جا کر اپنی رپورٹ ہاؤس آف لارڈز میں پیش کی۔ اس رپورٹ کا نام ہے THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA اس رپورٹ میں اراکین وفد نے بتایا کہ جس طرح آپ لوگوں نے میر جعفر اور میر صادق جیسے سیاسی غدار پیدا کر کے ہندوستان پر قبضہ کیا ہے اب آپ کا قبضہ اسی صورت میں پائیدار اور مضبوط رہ سکتا ہے جب کہ آپ اس میں مندرجہ ذیل قسم کے اشخاص پیدا

---

(۱) اس سے پتہ چلتا ہے کہ یورپی تہذیب کی محبت اور عورتوں کی آزادی کا جذبہ بھی عیسائیت کی جانب ایک قدم ہے۔ لہٰذا پاکستان میں عورتوں کی آزادی کی علم بردار اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں۔ اس سے یہ مقصد نہیں کہ اسلام عورتوں کو آزادی نہیں دیتا لیکن یورپ والی مادر پدر آزادی نہیں دیتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں جو مذہبی محاذ پر مسلمانوں سے غداری کریں دوسرے لفظوں میں مذہبی غدار پیدا کریں اور وہ مذہبی غدار اس قسم کے ہوں۔

۱۔ مسلمانوں کا مسئلہ جہاد ہر وقت آپ کی حکومت کے لئے خطرہ بنا رہے گا۔ کیونکہ مذہبی مسلمانوں کو یہ بتایا جائے گا کہ جہاد کا وقت آ گیا ہے وہ بغیر سوچے سمجھے آپ کی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے لہٰذا سب سے پہلے اس مسئلہ پر جہاد کو حرام کرنا ضروری ہے۔ لیکن اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کو کوئی مولوی یا پیر حرام نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لئے ایک نبی کی ضرورت ہو گی لہٰذا آپ لوگوں کو سب سے پہلے ایک نبی پیدا کرنا ہو گا جو اس مسئلہ جہاد کو حرام قرار دے اور اس کی زندگی کا مقصد وحید یہی ہو۔ چنانچہ اس کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو پیدا کیا گیا۔

۲۔ ایک وہ شخص پیدا کیا جائے جو مسلمانوں کو انگریزی تعلیم میں رنگ دے اور لوگوں کو یہ باور کرائے کہ تم اس وقت تک ترقی ہی نہیں کر سکتے جب تک اس تعلیم کو حاصل نہیں کرو گے۔ اس زبان سے آشنا نہیں ہو گے۔ جو حاکم کی زبان ہے۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان وہ نفرت کو دور کرے۔ چنانچہ اس کام کے لئے سر سید احمد خان انہیں مل گیا جس نے انگریز کا ہر وہ کام کر دیا جس کو انگریز تنہا نہیں کر سکتا تھا۔

۳۔ کچھ ایسے لوگ پیدا کئے جائیں جو علماء کی عزت و توقیر لوگوں کے دلوں سے نکال دیں۔ علماء ربانی کو "وہابی" یا دوسرے القاب سے یاد کر کے لوگوں کے دلوں میں ان کی نفرت پیدا کر دی جائے تاکہ لوگ ان کی بات مان کر انگریزوں کے خلاف اٹھ نہ کھڑے ہوں۔ اس مقصد کے لئے بہت سے علماء کو ڈھونڈ لیا گیا۔ علماء ربانی کو عوام میں بے وقار کرنے میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ان کے خلاف کتابیں لکھیں۔ فتوے دیئے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نفرت پیدا کرنے کے لئے ہر حربہ اختیار کیا گیا۔

اس وفد کی ان تینوں سفارشات کو عملی شکل دینے کے لئے تین قسم کے لوگ تلاش کئے گئے اور حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے انگریز کی حکومت کی مضبوطی میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور وہ اپنے مقاصد میں کافی حد تک کامیاب ہوئے۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی

پہلا شخص جس نے انگریزی حکومت کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کیا اور اسلام کے منصوص اور تا قیامت قائم رہنے والے مسئلہ جہاد کو حرام کیا اور اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بتایا وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی سکھ حکومت کے آخری عہد ۱۸۳۹ء میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا۔ (حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۴۶) ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت اس کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔ مرزا صاحب کا نسبتی تعلق مغل قوم کی شاخ برلاس سے تھا۔ (کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۳۴) لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہیں بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ وہ ایرانی النسل ہیں۔ مرزا صاحب کے پردادا مرزا گل محمد صاحب جائیداد و املاک تھے۔ اور پنجاب میں ان کی اچھی خاصی ریاست تھی۔ ان کے انتقال کے بعد اس ریاست کو زوال آیا اور سکھ ریاست کے دیہاتوں پر قابض ہو گئے یہاں تک کہ مرزا صاحب کے دادا مرزا عطاء محمد کے پاس صرف قادیان کا قبضہ رہ گیا۔ آخر میں سکھوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا اور مرزا صاحب کے خاندان کو قادیان سے نکال دیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخری زمانہ میں مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیان واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد کے علاقہ میں پانچ گاؤں واپس ملے۔ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲-۱۴۴)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے گھر ہی میں متوسطات تک تعلیم پائی۔ انہوں نے مولوی فضل الٰہی، مولوی فضل احمد اور مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق کی کتابیں پڑھیں۔ طب کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں جو ایک طبیب حاذق تھے۔ لیکن مرزا صاحب کو اپنے والد کے اصرار پر آبائی زمینداری کے حصول کے لئے جدوجہد اور عدالتی کارروائیوں میں مصروف ہونا پڑا۔

بعد میں مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کر لی۔ وہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک چار سال اس ملازمت میں رہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۴۴) دوران ملازمت آپ نے دو ایک کتابیں انگریزی کی بھی پڑھ لیں۔ اسی زمانہ میں انہوں نے مختاری کا امتحان دیا لیکن شومئی قسمت سے یا اپنی نالائقی کی وجہ سے اس میں فیل ہو گئے۔ ۱۸۶۸ء میں وہ اس ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان آ گئے اور بدستور زمینداری کے کاموں میں مشغول ہو گئے لیکن اکثر وقت قرآن حکیم کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔

لکھا ہے کہ مرزا صاحب بچپن میں بڑے سادہ لوح تھے۔ ان کو گھڑی میں چابی دینا بھی نہیں آتا تھا۔ جب وقت دیکھنا ہوتا تو گھڑی دیکھتے ہی وقت نہ پہچان سکتے تھے بلکہ ایک کے ہندسہ پر انگلی رکھ کر گنتے تب وقت کا پتہ چلتا۔ جوتے کے الٹے سیدھے کا بھی انہیں پتہ نہیں چلتا تھا۔ کئی دفعہ الٹا جوتا پہن لیتے۔ پھر تکلیف ہوتی۔ بعض دفعہ اسی وجہ سے پاؤں الٹا پڑ جاتا۔ چنانچہ آپ کی سہولت کے لئے الٹے سیدھے پاؤں کے جوتے کو نشان لگا دیئے گئے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۸۰، ص ۶۷) انہیں بار بار پیشاب آنے کی بھی بیماری تھی۔ اس وجہ سے اکثر جیب میں ڈھیلے رکھتے تھے اور شیرینی سے غیر معمولی رغبت کی وجہ سے گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔
(مرزا صاحب کے حالات مرتبہ معراج الدین قادیانی شامل براہین احمدیہ جلد ۱ ص ۶۷)

مرزا صاحب کا خاندان انگریزی حکومت سے جو پنجاب میں نئی نئی قائم ہوئی تھی شروع ہی سے وفادارانہ اور مخلصانہ تعلق رکھتا تھا۔ اس خاندان کے متعدد افراد نے اس نئی حکومت کی ترقی اور اس کے استحکام میں جان بازی اور جاں نثاری سے کام لیا تھا اور بعض نازک موقعوں پر اس کی مدد کی تھی۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کتاب البریہ کی ابتداء میں "اشتہار واجب الاظہار" میں لکھتے ہیں:

میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی۔ اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے۔ اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کی مدد کی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں۔ مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا

بقیہ صفحہ ۵۰ پر

© rasailojaraid.com